ڈاکٹر محمد ادریس زبیر

ابن قرقولؒ اور ان کی کتاب مطالع الانوار

(تعارف)

ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھنے کے دوران ایک کتاب "مطالع الانوار(۱)" سے متعارف ہونے کا شرف حاصل ہو جس کے مولف اندلس کے ایک عالم ابواسحق ابراہیم بن یوسف ہیں اور جو ابن قرقول کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ تعارف کا سبب یہ بنا کہ جس مخطوطے پر میں اپنا تحقیقی کام کر رہا تھا۔ اس کے مؤلف نے مطالع الانوار کو اپنی کتاب میں خاصی اہمیت دی تھی اور اپنے موقف کی تائید میں ابن قرقول سے استدلال کیا۔

جستجو مزید بڑھی تو معلوم ہوا کہ کتاب ابھی زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی بلکہ دنیا کی مختلف لائبریریوں میں اس کے قلمی نسخے کسی شائق کے منتظر ہیں۔ (۲) آئرلینڈ کی لائبریری چیسٹر بیٹی میں اس کے نسخے کی موجودگی کا علم ہوا تو اس کی مائیکروفلم منگوائی مگر وہ کتاب کی دوسری جلد کی ناقص صورت تھی۔ مجھے مکمل فائدہ تو نہ ہو سکا تاہم اس ناقص نسخہ نے کتب کے بارے میں مختلف زاویوں پر سوچنے کی تحریک پیدا کی۔

اسی کتاب "مطالع الانوار" کا ایک اور مکمل نسخہ ٹیونس کی قرویین لائبریری میں بھی تھا۔ اتفاق سے میرے نگران کو قرویین یونیورسٹی کے شعبہ عربی کی طرف سے ایک سیمینار میں شرکت کی دعوت PRO. JOHN MATTOCK (۳) دی گئی۔ انہوں نے مجھے تسلی دی کہ واپسی پر کوشش کروں گا کہ اس کی مائیکروفلم یا فوٹو کاپی بنا آؤں، مگر یہ کام بھی مخطوطے کی خستہ حالت کے پیش نظر نہ ہو سکا۔

مارچ ۱۹۸۸ء میں جب مجھے اپنے علمی سفر کی خاطر ترکی، شام اور مصر کی لائبریریوں میں بیٹھ کر استفادہ کا موقع ملا تو استنبول اور قاہرہ کی لائبریریوں میں جہاں اس کتاب کے کچھ نسخے دیکھے وہاں "مطالع الانوار" کی مختصرات اور

---

(۱) یہ وہ کتاب ہے جسے النووی نے اپنی شرح مسلم میں اور ابن حجر نے اپنی شرح فتح الباری میں "قال صاحب المطالع" یا "وفی المطالع" سے بار بار متعارف کرایا ہے۔ بروکلمان نے اس کتاب کا نام "شرح مشکلات الصحیحین المستخرج من مشارق الانوار" لکھا ہے دیکھیے ۱/۳۷۰ SUP جو صحیح نہیں۔ اس لیے کہ کتاب صحیحین کے علاوہ موطا پر بھی بحث کرتی ہے اور صحیح نام جو کتاب کے ٹائیٹل صفحہ پر بھی لکھا ہے وہ مطالع الانوار علی صحیح الآثار ہے (۲) مکتبہ احمد الثالث میں اس کا کیٹلاگ نمبر ۱/۳۱۷، ۲/ب/۳۱۷، ۲/چیسٹر بیٹی ڈبلن میں ۳۵۶۱، خزانۃ القرویین ۲۲۰، ۱۰۱۹ اور کوپریلی میں ۴۵۰، ۴۵۱ ہے۔ (۳) چیئرمین شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ۔ گلاسگو یونیورسٹی، سکاٹ لینڈ۔

تہذیبات (۴) سے بھی معلومات حاصل ہوئیں، اب مجھے خوشی ہے کہ استنبول سے "مطالع الانوار" کے دو نسخے حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہوگیا۔

"مطالع الانوار" سے تھوڑی بہت واقفیت پہلے بھی ہو چکی تھی۔ مگر مکمل نسخہ ہاتھ آنے کے بعد جو سوال ذہن میں ابھرا اور شک کی صورت میں پختہ تر ہوتا چلا گیا وہ یہ تھا کہ کیا یہ کتاب مؤلف کی اپنی تخلیق ہے یا قاضی عیاض رحمہ اللہ علیہ کی کتاب "مشارق الانوار" کی نقل ہے؟ قاضی عیاض رحمہ اللہ علیہ م ۵۴۴ھ جو ابن قرقول م ۵۶۹ھ کے ایک بزرگ معاصر تھے۔ انہوں نے ایک کتاب بعنوان "مشارق الانوار علی صحاح الآثار" لکھی جو صحیحین اور موطا کے غیر مانوس الفاظ کے معانی اور اسماء الرجال کی اعرابی صورت کی وضاحت کے علاوہ ان تین کتب کے مختلف نسخوں کی روایت میں فرق کو بھی واضح کرتی ہے۔

ابن قرقول نے بالکل اسی نہج پر مطالع الانوار لکھی جو بقول الکتانی مشارق الانوار کا اختصار ہے مگر تھوڑے سے اضافے کے ساتھ۔ (۶) یا بقول صاحب الجذوۃ "مطالع الانوار قاضی کی مشارق الانوار کی مکمل نقل ہے، جو ابن قرقول نے قاضی سے مشارق کا مسودہ حاصل کر کے کی۔ (۷) یا بقول حاجی خلیفہ، ابن قرقول نے کتاب کا اختصار لکھ کر اس پر مزید علمی استدراکات لکھے اور قاضی عیاض کے اوہام کا ذکر کر کے ان کی اصلاح بھی کی۔ (۸)

بعد میں مطالع الانوار کو قاضی عیاض کی مشارق الانوار (مطبوعہ قاہرہ و فیض) سے تقابل کیا تو بظاہر یہ بات واضح ہوتی گئی کہ اس کتاب میں مشارق الانوار کے اکثر مقامات کو بعینہٖ نقل کیا گیا ہے۔ مگر حیرت اس پر ہوئی کہ مقدمۃ الکتاب میں اس بات کا ذکر تک نہیں کہ یہ کتاب مشارق الانوار کا اختصار ہے یا تہذیب۔ وہاں تو انتہائی صراحت کے ساتھ ابن قرقول نے کہا ہے کہ یہ کتاب میری اپنی کاوش ہے۔ ایسا کیوں؟

دیگر یہ کہ متاخرین میں علم حدیث کے نامور مؤلفین ابن الصلاح م ۶۴۳ھ، النووی م ۶۷۶ھ، الذہبی م ۷۴۸ھ اور ابن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ کی کتب میں سے خاص طور پر مقدمہ ابن الصلاح، المنہاج شرح مسلم، المشتبہ اور فتح الباری کو پڑھ

۴۔ مثال کے طور پر "تہذیب المطالع لترغیب المطالع" لابن خطیب الدہشۃ مخطوط دار الکتب المصریہ، حدیث ۵۲۰۔

۵۔ مطبوع، دار التراث القاہرۃ ابن فرحون اس کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ مشارق اگر سونے سے لکھی جائے اور جواہر سے وزن کی جائے تو بھی اس کے حق میں یہ بات ناکافی ہوگی، "الدیباج المذہب" القاہرہ دار التراث، ج ۲، ص ۴۹۔ مشارق الانوار کی ترتیب اور مواد کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ "المعجم الالفاظ الحدیث النبوی" کے مستشرق مولفین نے المعجم کی ترتیب و تدوین میں شاید اس کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے (۶) الکتانی، محمد بن جعفر، الرسالۃ المستطرفۃ، نور محمد اصح المطابع، کراچی ۱۳۷۹ھ ص ۱۲۹۔

۷۔ فہرست مخطوطات خزانۃ القرویین، ج ۲ ص ۱۲۹ الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۰ھ، المشرق، دار البیضاء، افر

۸۔ حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ، کشف الظنون ج ۲ ص ۱۲۱۵۔

۲ ـ دوسرا سوال ذہن میں یہ ابھرا کہ ان ان علماء نے یہ جانتے ہوئے کہ ان دونوں کتابوں میں گہری مماثلت ہے پھر کیوں دونوں کتابوں کو الگ الگ حیثیت سے اپنی کتب میں جگہ دی؟ کیا وجہ ہے کہ انہوں نے ابن قرقول کی کتاب کو قاضی عیاض کی کتاب مشارق الانوار کا چربہ نہ سمجھا؟

تیسرا سوال کہ مورخین میں سے ابن قرقول کے اپنے شاگرد ابوعبداللہ بن جابر الفزیر (۹) اور دوسرے مورخین نے مثلاً ابن الابار (۱۰)، ابن خلکان (۱۱)، الذہبی (۱۲)، الصفدی (۱۳) الیافعی (۱۴) اور ابن العماد (۱۵) وغیرھم نے بھی کتاب کا مستقل ذکر کر کے اس کی اہمیت کو کیوں اجاگر کیا؟

انہی سوالوں کو بنیاد بنا کر میں کوشش کروں گا کہ اس مقالہ میں مذکورہ بالا اشکالات کی وضاحت کر سکوں ۔ مگر مناسب یہ ہوگا کہ پہلے ابن قرقول کا مختصر تعارف کرا دیا جائے۔

نام، ابتدائی تعلیم اور اساتذہ

ابن قرقول جن کا نام ابواسحق ابراہیم بن یوسف الوهرانی ہے۔ ۵۰۵ھ کو المریۃ (۱۶) میں پیدا ہوئے۔ یہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی اور مزید علم اپنے نانا محترم ابوالقاسم بن الورد اور ابوالحسن بن نافع سے حاصل کیا۔ علم حدیث کی خاطر دور دراز کے سفر بھی کئے اور متعدد علماء سے شرف ملاقات کے علاوہ سماع حدیث کا موقع بھی پایا۔ ایک اچھے ادیب، صاحب مطالعہ اور ماہرین علم حدیث میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

بعض علماء سے سلسلہ کتابت بھی رکھتے تھے۔ مسافت اور دوری کی وجہ سے بعض نے ابن قرقول کو اجازت حدیث بھی لکھ کر بھیجی، ان میں ابن عتاب القرطبی، ابوبحر الاسدی، ابوطاہر السلفی اور المازری صاحب المعلم کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح طارق بن یعیش، ابن حذیل، ابن الدباغ قاضی عیاض اور ابن النعمۃ سے روایت بھی کی۔

۹۔ المقری، احمد بن محمد نفح الطیب، ای جے بریل ۱۸۵۸، ص ۹۱۷۔

۱۰۔ ابن الابار التکملۃ لکتاب الصلۃ، السید عزت العطار، القاہرہ ۱۹۵۵، ج ۱، ص ۱۵۲۔

۱۱۔ ابن خلکان احمد بن محمد وفیات الاعیان، تحقیق احسان عباس، بیروت ۱۹۷۷، ج ۱، ص ۶۲۔

۱۲۔ الصفدی، خلیل بن ایبک، الوافی بالوفیات، سلسلۃ النشرات الاسلامیہ ج ۶، ص ۱۷۱۔

۱۳۔ الذهبی ابوعبداللہ محمد بن احمد، سیر اعلام النبلاء، تحقیق شعیب الارناؤط بیروت ۱۹۸۶، ج ۲۰، ص ۵۲۰۔

۱۴۔ الیافعی عبداللہ بن اسعد مرآۃ الجنان، حیدر آباد ج ۴، ص ۱۷۱

۱۵۔ ابن العماد عبدالحی شذرات الذهب، مکتبۃ القدسی بالقاہرہ ج ۴، ص ۲۳۱۔

۱۶۔ محمد عنایت اللہ اندلس کا تاریخی جغرافیہ، مقبول اکیڈمی لاہور ۱۹۸۸، ص ۱۳۲-۱۳۴۔

ان میں کچھ ان کے معاصر دوست بھی تھے اور طلب علم کے ساتھی بھی۔

جزیرہ شقر میں معروف شاعر ابو اسحاق الخفاجی سے ملاقات کی اور ان سے ان کا شعری دیوان سنا اور حاصل بھی کیا۔ اسی طرح مغرب کے ایک شہر مکناسہ میں ابو القاسم ابن الاربش شاعر سے بھی ملے اور ان کا شعری دیوان سن کر اجازت حاصل کیا۔ (۱۷)

تلامذہ کئی علماء نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور حدیث روایت کی جن میں بقول ابن حمویۃ الرخمی ابو محمد عبداللہ بن سلیمان المعروف بابن حوط اللہ الانصاری کا شمار بھی ہوتا ہے۔ (۱۸)

مشہور نحوی عالم اور ادیب علامہ عبدالرحمان الاندلسی السہیلی آپ کو عزیز ترین دوست رکھتے تھے۔ مالقہ کو چھوڑ کر جب ابن قرقول سلا گئے تو السہیلی نے ان کے فراق پر ایک بھرپور نظم لکھی جس کا ذکر الذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں کیا ہے۔ (۱۹) غالباً جب المریہ پر رومیوں نے ۵۴۲ھ میں قبضہ کر لیا تو ابن قرقول مالقہ چلے آئے پھر مالقہ سے ۵۶۴ھ میں سبتہ منتقل ہوئے۔ سلا شہر میں بھی قیام کیا یہ بھی اسی سنہ آیا تو آخر فاس کی طرف ہجرت کی اور یہیں ۵۶۹ھ میں نماز جمعہ کے دوران وفات پائی۔ (۲۰)

کم و بیش تمام سوانح نگاروں نے ان کی علمی عظمت و قابلیت کا اعتراف کیا ہے۔ انہیں ایک بہترین مصنف کے علاوہ عمدہ کاتب بھی گردانا ہے "مطالع الانوار" نامی کتاب ان کی تالیف ہے۔

تعارف کتاب کتاب "مطالع الانوار" دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے جس کے تقریباً ۵۰۰ اوراق ہیں۔ کتاب کا بنیادی موضوع صحیح بخاری مسلم اور مؤطا امام مالک میں مستعمل غیر مانوس الفاظ کی تشریح کرنا اور راویوں کے ناموں کی اعرابی شکل کو ضبط کر کے مختلف ناموں میں فرق کو واضح کرنا ہے۔ کتاب پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں حدیث کے مشہور و متداول کتابی نسخوں کی مختلف روایات کی ایک مربوط صورت فراہم کرتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں کتاب علم حدیث کی اہم اقسام غریب الحدیث، العلل، متشابہ الاسماء اور مؤتلف و مختلف پر بحث کرتی ہے۔

مؤلف نے کتاب کی ترتیب مغرب میں رائج حروف تہجی سے دی ہے جو مشرق سے قدرے مختلف ہے۔

مقدمہ میں ابن قرقول کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قارئین کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ راقم نے یہ کتاب نہ صرف الفاظ کی شرح، معانی کی تفسیر اور اعراب

۱۷۔ ابن الابار التکملۃ، ج ۱، ص ۱۵۱۔

۱۸۔ المقری نفح الطیب ص ۶۸۔

۱۹۔ الذہبی اعلام ج ۲۰، ص ۵۲۱۔

۲۰۔ ابن الابار التکملہ ص ۱۵ امطالع الانوار نسخہ رقم ۵۰۴ کوپریلی۔ استنبول۔

کی مختلف حالتوں کی وضاحت کے لیے لکھی بلکہ کتب حدیث کی روایات کی مختلف صورتوں کی حفاظت اور شیوخ سے ان کی مختلف سماعات کی صورتوں کو بھی قلمبند کیا ہے۔ اسی طرح وہ حروف جو اعراب کی شکل میں واضح ہیں یا بغیر نقاط کے ہیں۔ ان کی وضاحت بھی کی ہے مزید یہ کہ اس ضمن میں وارد شدہ مختلف روایات سے بھی ان کا حل نکالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب پڑھنے کے بعد قاری کو اس سلسلے میں کسی بھی صاحب فن کے پاس سفر کر کے جانے کی ضرورت نہیں الا یہ کہ عدم وضاحت کی صورت میں اسے مزید جستجو کرنا پڑے ... الخ (۲۱)

کتاب سے ماخوذ اس اقتباس کے بعد مناسب ہوگا کہ مذکورہ سوالوں کا جواب ڈھونڈا جائے اس قسم کی کتابیں متعارف کرانے کی ضرورت کو بھی اجاگر کیا جائے۔ اس ضمن میں ہمیں اس پس منظر پر ایک تفصیلی مگر محدود روشنی ڈالنی ہوگی جس کی بنیاد پر یہ کتاب لکھی گئی اور وہ ہے "اندلس میں کتب حدیث کی آمد اور ان کی مختلف روایات کا جائزہ" اور پھر آخر میں ان شبہات کا حل نکالنے کی ایک کوشش کی جائے گی کہ ابن قرقول کی کتاب "مطالع الانوار" قاضی عیاض کی مشارق الانوار کا چربہ ہے یا مؤلف کی اپنی کاوش؟

اندلس میں کتب حدیث کو متعارف کرانے میں جن لوگوں کو اولیت کا شرف حاصل ہوا ان کی روایات کو علو اسناد کے علاوہ غریب الحدیث اور اختلاف نسخ کی پہچان میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ موطا تو امام مالک کی زندگی میں ہی غازی بن قیس القرطبی م ۱۹۹ھ کے ذریعے پہنچ چکی تھی جو انہوں نے براہ راست امام مالک سے مدینہ طیبہ جا کر سنی تھی۔ (۲۲) موطا کی کیا قدر افزائی ہوئی اور اندلسی علماء میں سے کتنوں نے اسے امام مالک سے سنایا ان کے شاگردوں سے روایت کی۔ اس کے متعلق قاضی عیاض لکھتے ہیں۔

"جہاں تک میرا علم ہے موطا کے تقریباً ۲۰ نسخے ہم تک مختلف روایتوں سے پہنچے ہیں بلکہ ہمارے شیوخ کا کہنا ہے کہ ان کی تعداد ۳۰ ہے۔" (۲۳)

ان میں مشہور رواۃ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر اور یحییٰ بن یحییٰ اللیثی ہیں۔ اوّل نے امام مالک سے موطا سترہ مرتبہ سنی اور ثانی نے ایک مرتبہ۔ (۲۴) ان کے علاوہ اور بھی بکثرت روایات تھیں جو اختلاف نسخ کی بنا پر مشہور و متداول تھیں۔ (۲۵)

۲۱۔ ابن قرقول مطالع الانوار ق ۱ / ۳۔

۲۲۔ ابن القوطیہ تاریخ فتح الاندلس المکتبۃ المحمودیۃ، القاہرہ، ص ۲۵۔

۲۳۔ قاضی عیاض بن موسیٰ ترتیب المدارک، الرباط ۱۳۸۳ھ، ج ۲، ص ۸۹۔

۲۴۔ قاضی عیاض الغنیتہ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۲ھ، ص ۹۸۔

۲۵۔ دیکھیے مزید تفصیل السیوطی جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر (م ۹۱۱) تنویر الحوالک، القاہرہ ۱۳۷۰ھ، ج ۱، ص ۸، عبدالعزیز الدھلوی بستان المحدثین، کراچی ۱۹۸۴، ص ۶۹ تا ۷۰۔

محدث اندلس بقی بن مخلد القرطبی (۲۰۱-۲۷۶ھ) نے بھی مشرق کے محدثین کی بے شمار کتب احادیث کو اندلس میں روشناس کرایا۔ اپنی زندگی کے ۳۴ سال طلب علم کے لیے رحلہ میں صرف کئے۔ احادیث و آثار کی روشنی میں اپنی مجتہدانہ و فقیہانہ روش سے وہ آثار چھوڑے کہ کہا کرتے تھے کہ میں نے اندلس میں مسلمانوں کے لیے ایک ایسی چیز گاڑ دی ہے جسے صرف دجال ہی اکھیڑ سکتا ہے۔ حدیث کی جو کتب انہوں نے اندلس میں متعارف کرائیں ان میں مصنف ابن ابی شیبہ اور کتاب الام وغیرہ کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جب کہ امام احمد بن حنبل، حرملہ بن یحیی التجیبی، زہیر بن حرب، سحنون بن سعید الفقیہ اور محمد بن بشار وغیرھم کا بھی بیش بہا ذخیرہ تھا جو انہوں نے ان شیوخ سے براہ راست اخذ کیا تھا۔(۲۶)

اسی طرح کتاب صحیح البخاری اندلس میں امام بخاری کے دو شاگردوں ابراہیم بن معقل النسفی م ۲۹۵ھ اور امام ابو عبداللہ الفربری م ۳۲۰ کے ذریعے پہنچی۔ قاضی عیاض کہتے ہیں۔

"اندلس اور مغرب میں صحیح بخاری انہی دو حضرات کے ذریعے ہی پہنچی ہے کیونکہ ان دونوں نے امام بخاری سے اوروں کی نسبت زیادہ سماع کیا ہے۔" (۲۷)

ابوذر الہروی م ۴۳۴ھ کا نسخہ صحیح بخاری مشرق و مغرب دونوں میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ الہروی نے اس نسخے کو لکھا اور پھر تین اساتذہ ابواسحاق المستملی م ۳۷۶ھ، امام السرخسی م ۳۸۱ھ اور ابوالہیثم الکشمیہنی م ۳۸۹ھ پر الگ الگ پڑھا۔ ان تینوں سے تصحیح کے بعد اس کو آگے منتقل کر دیا۔ الہروی کے یہ تینوں اساتذہ ابوعبداللہ الفربری کے براہ راست شاگرد ہیں اور الفربری کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہی کی روایت ان کے ضبط و اتقان کی بدولت دوسروں کے مقابلے میں اس لیے بھی مشہور ہوئی کہ انہوں نے امام بخاری سے ان کے آخری ایام میں صحیح بخاری کا سماع بھی کیا اور امام بخاری کے شاگردوں ابوطلحہ البزدوی م ۳۲۹ھ کے بعد یہ آخر تک زندہ بھی رہے۔

الہروی کے اس نسخے کے متعلق ابن حجر فتح الباری کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"اتقن الروایات عندنا روایۃ ابی ذر لضبط لہا و تمیزہ لاختلاف سیاقہا" (۲۸)

۲۶۔ ابن الفرضی عبداللہ بن محمد تاریخ علماء الاندلس، الدار المصریہ للتالیف، ۱۹۶۶، ج ۲، ص ۵، الذہبی سیر اعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۲۸۹۔ موصوف نے ایک مسند بھی لکھی جو ۱۰۰ اجزاء پر مشتمل ایک ضخیم کتاب تھی جس میں ۱۳۰۰ سے کچھ زائد صحابہ کرام کے ناموں پر مرتب احادیث کا بیش بہا اور تاریخ صحابہ کا انمول ذخیرہ محفوظ تھا۔ افسوس کہ یہ کتاب زمانہ کی دستبرد سے نہ بچ سکی۔ مؤلف نے فقہ اور ابواب الاحکام کی ترتیب سے ہر صحابی کی روایات کو اس میں سمو دیا تھا۔ جو بیک وقت مصنف بھی تھی اور مسند بھی۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے ابن خیر الاشبیلی فہرستہ، قومش لیبرقسطہ ۱۸۹۳ء، ص ۱۴۰، الذہبی سیر اعلام ج ۱۳، ص ۲۹۱، احسان عباس، رسائل ابن حزم علی بن احمد بیروت ۱۹۸۱ء، ج ۲، ص ۱۷۸، ۱۷۹۔

۲۷۔ قاضی عیاض مشارق الانوار، دار التراث القاہرہ، ج ۱، ص ۹، الفنیہ الدار العربیۃ للکتاب، لیبیا، تیونس ۱۳۹۸۔

۲۸۔ ابن حجر احمد بن علی ہدی الساری، ص ۴۔

ابو ذر کی روایت عبارت یہاں ضبط و اتفاق اور روایات کے سیاق میں پیدا شدہ اختلافات کی تمیز کرنے میں دوسروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ بہتر ہے۔

اندلس میں سب سے پہلے اس نسخے کو متعارف کرانے میں ابو الولید الباجی م ۴۷۴ھ ہیں جنہوں نے ابوذر الہروی سے اپنے ۱۴ سالہ مشرق کے دورانیہ رحلہ میں براہ راست ان سے سنا اور لیا۔ الباجی سے ان کے دو عظیم شاگردوں ابوعلی الحسین بن محمد الجیانی اور الصدفی (جن کے نام اور کنیت میں اتفاق اور صرف نسبت میں اختلاف ہے) نے سنا اور ان سے قاضی عیاض نے حاصل کیا۔ یہ نسخہ خزانہ ملکیہ میں ایک ضخیم جلد کی شکل میں موجود ہے، جس کا نمبر ۵۰۵۲ ہے۔ اس پہ قاضی الصدفی اور ان کے بعد امام سخاوی کی اپنی تحریر بسلسلہ سند موجود ہے۔ امام سخاوی نے لکھا ہے۔

هذه النسخه جميعها بخط الامام ابي علي الحسين بن محمد الصدفي شيخ القاضي عياض وهي أصل سماع القاضي عليه كما نري في الطبقة المبينة في الورقة المقابلة لهذه (۲۹)

قاضی علیہ الرحمۃ کو بھی روایت بخاری کا شرف انہی دونوں طریقوں سے حاصل ہے۔ قاضی نے اسناد عالی کی پوری تفصیل لکھی ہے جن میں ابوذر الہروی، الأصیلی، ابوالحسن القابسی، کریمہ المروزیۃ اور ابن السکن وغیرہ کی روایت کا ذکر ہے۔ قاضی نے اپنے چند شیوخ کا ذکر بھی اس ضمن میں کیا ہے جن میں ابوعلی الصدفی، ابوعلی الغسانی، ابو الولید الباجی، ابو محمد بن عتاب، المہلب بن ابی صفرۃ، ابوعمر بن الحذاء اور الحافظ ابن عبد البر کے نام شامل ہیں۔ (۳۰)

اسی طرح صحیح مسلم بھی اندلس میں دیگر طرق کے علاوہ ابواسحاق ابراہیم بن سفیان المروزی اور ابومحمد احمد بن علی القلانسی کے ذریعے پہنچی۔ روایات کی تفصیل کے ساتھ قاضی عیاض نے اپنے چند شیوخ کا بطور خاص ذکر کیا ہے جن سے انہیں مسلم کی روایت کی اجازت حاصل ہے ان میں ابو محمد عبد اللہ الخشنی، ابوبحر الاسدی ابوالعباس العذری اور ابوعبد اللہ التمیمی قابل ذکر ہیں۔ (۳۱)

صحیحین، موطا اور دوسری کتابوں کے رواۃ اور مختلف علما کے شیوخ کے ناموں کا ذکر نمونہ از خروارے کے طور پر ضمناً یہاں اس لیے کر دیا گیا ہے تاکہ یہ واضح رہے کہ علاوہ سے ان کتابوں کے الگ الگ سماع کیے گئے اور ہر سماع ایک الگ نسخہ کی شکل میں لکھا گیا اور مستقل روایت قرار پایا اور سماع کا یہ طریقہ کار اہل اندلس کے درمیان تسلسل سے آخر وقت تک جاری رہا۔ اس کی کچھ تفصیل آگے بھی آرہی ہے۔

۲۹۔ عبدالہادی تازی مجلہ دعوۃ الحق، مارس ۱۹۷۳، ص ۱۵ صحیح الامام البخاری بخط الحافظ الصدفی۔

۳۰۔ قاضی عیاض مشارق الانوار، ج ۱ ص ۹، الغنیہ ص ۱۰۷۔

۳۱۔ قاضی عیاض مشارق الانوار، ج ۱ ص ۹، الغنیہ ص ۱۰۷۔

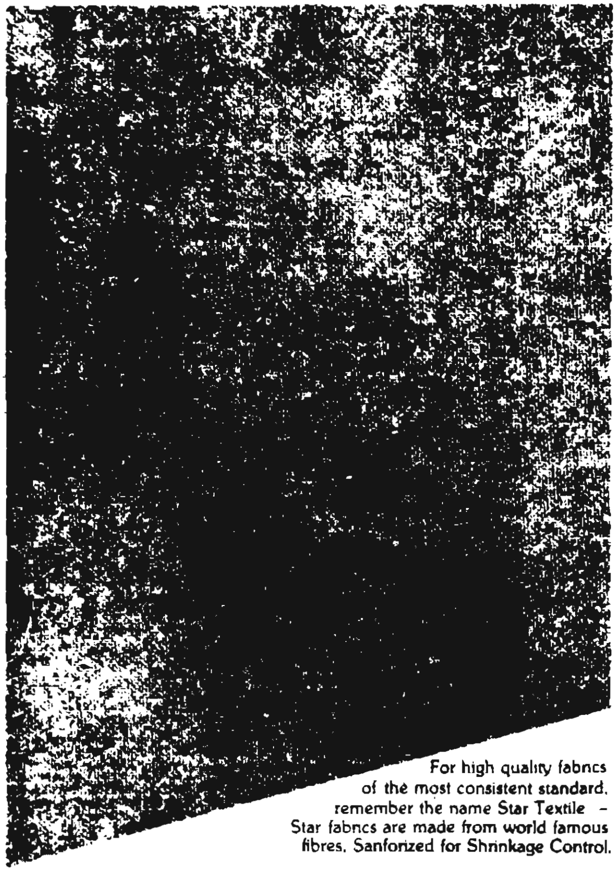

We've Developed Fabrics With Such Lasting Quality And Style That Theres Only One Word For It

Star

For high quality fabrics of the most consistent standard, remember the name Star Textile – Star fabrics are made from world famous fibres. Sanforized for Shrinkage Control.

For the most comfortable and attractive shirting and shalwar qameez suits, look for the colour of your choice in Star's magnificent Shangrilla, Robin, Senator fabrics

To make sure you get the genuine Star quality, check for the Star name printed on the selvedge along every alternate metre.

... the essence of style and total comfort!

Star Textile Mills Limited Karachi

P.O. BOX NO 4400 Karachi 74000